عہدِ رسالت ﷺ میں یہودی سرداروں کا قتل

ایک تنقیدی جائزہ

محمد اکرم وِرک☆

حضرت محمدؓ بن مَسْلَمَہ (م۴۳ھ) نے ۳ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مشہور یہودی سردار کعب بن اشرف کو اپنے ساتھیوں کی مدد سے خفیہ طریقے سے قتل کر دیا، اسی طرح ایک دوسرے یہودی سردار ابورافع سَلَّامُ بْنُ أَبِی الْحُقَیق کو بھی حضرت عبداللہؓ بن عتیک انصاری (م۱۲ھ) نے اپنے ساتھیوں کی مدد سے ۶ھ میں گوریلا کاروائی کے ذریعے قتل کر دیا۔ ان لوگوں کی دشمنی اسلام اور اہل اسلام کے لئے کھلی جنگ کی شکل اختیار کر چکی تھی، اس لئے رسول اللہ ﷺ نے بجائے اس کے کہ پوری یہودی قوم کے خلاف اعلانِ جنگ فرماتے جس سے خون ریزی کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا، آپ ﷺ نے شرانگیزی کے اصل سرغنوں کو قتل کروا دیا اور باقی یہودی قوم سے کوئی تعرض نہ فرمایا۔ ایسے باغی اور شر پسند عناصر کے خلاف رسول اللہ ﷺ نے اسلامی ریاست کے سربراہ کی حیثیت سے جو کاروائی فرمائی، معروضی حالات اور اسلامی قوانین کے مطابق بالکل بروقت اور درست تھی۔

یہودی سرداروں کے خلاف کی گئی ان گوریلا کاروائیوں کی مکمل تفصیلات تاریخ، سیرت اور معتبر کتبِ حدیث میں موجود ہیں۔ کعب بن اشرف کے خلاف گوریلا کاروائی کی تفصیل حضرت جابر بن عبداللہؓ (م۷۸ھ) سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کعب بن اشرف کو کون قتل کرے گا؟ کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذا پہنچائی ہے۔ حضرت محمدؓ بن مسلمہ نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ اس کو پسند کریں گے کہ میں اس کو قتل کر دوں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! انہوں نے عرض کیا: پھر مجھے کچھ تعریضاً کہنے کی اجازت دیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا: کہہ لینا، پس وہ کعب بن اشرف کے پاس گئے اور اس سے باتیں کیں اور اپنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرضی معاملہ بیان

☆استاد شعبہ اسلامیات، گورنمنٹ ڈگری کالج قلعہ دیدار سنگھ، گوجرانوالہ

کیا اور کہا: یہ شخص ہم سے صدقات لیتا ہے اور ہم کو اس نے مصیبت میں ڈال رکھا ہے، جب کعب نے یہ سنا تو کہا: خدا کی قسم ابھی تو تم کو اور مصیبت پڑے گی۔ محمدؓ بن مسلمہ نے کہا: ہم اس کی اِتباع کر چکے ہیں اب ہمیں اس کو چھوڑنا برا معلوم ہوتا ہے تاوقتیکہ ہم یہ نہ دیکھ لیں کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے۔ محمدؓ بن مسلمہ نے کہا: میں یہ چاہتا ہوں کہ تم مجھے کچھ قرض دو۔ کعب نے کہا: تم میرے پاس کیا چیز رہن رکھو گے؟ محمدؓ بن مسلمہ نے کہا: جو تم چاہو۔ کعب نے کہا: تم اپنی عورتیں میرے پاس رہن رکھ دو، محمدؓ بن مسلمہ نے کہا: تم عرب کے حسین ترین شخص ہو ہم تمہارے پاس اپنی عورتیں کیسے گروی رکھ سکتے ہیں! کعب نے کہا: پھر اپنے بچے گروی رکھ دو، محمدؓ بن مسلمہ نے کہا: پھر تو ہمارے بچوں کو یہ گالی دی جائے گی کہ یہ دو وَسق کھجور کے عوض گروی رکھا گیا تھا، البتہ ہم اپنے ہتھیار تمہارے پاس گروی رکھ دیں گے۔ کعب نے کہا: ٹھیک ہے، محمدؓ بن مسلمہ نے کعب سے وعدہ کیا کہ حارثؓ، ابوعبسؓ بن جبر اور عبادؓ بن بشر کو لے کر تمہارے پاس آؤں گا۔ سو یہ لوگ اس کے پاس گئے اور رات کو اسے بلایا، کعب ان کی طرف جانے لگا تو اس کی بیوی نے کہا: مجھے ایسی آواز آرہی ہے جیسے خون کی آواز ہو، کعب نے کہا: یہ محمدؓ بن مسلمہ، اور میرا رضاعی بھائی ابو نائلہؓ ہے۔ اور معزز آدمی کو اگر رات کے وقت بھی نیزہ بازی کے لیے بلایا جائے تو وہ چلا جاتا ہے، ادھر محمدؓ بن مسلمہ نے اپنے ساتھیوں سے کہہ دیا تھا کہ جب کعب آئے گا تو میں اپنا ہاتھ اس کے سر کی طرف بڑھاؤں گا جب میں اس پر قابو پاؤں تو تم اس پر حملہ کر دینا۔ جب کعب نیچے اترا تو وہ سر کو چادر سے چھپائے ہوئے تھا، ان لوگوں نے کہا کہ آپ سے تو خوشبو کی مہک آرہی ہے۔ اس نے کہا کہ ہاں، میرے ہاں فلاں عورت ہے جو عرب کی سب سے معطر عورت ہے، محمدؓ بن مسلمہ نے کہا: کیا آپ مجھے یہ خوشبو سونگھنے کی اجازت دیں گے؟ کعب نے کہا: ہاں سونگھ لو، محمدؓ بن مسلمہ نے اس کا سر سونگھا پھر کہا کیا آپ مجھے دوبارہ سر سونگھنے کی اجازت دیں گے؟ اور پھر اس کا سر مضبوطی سے پکڑ لیا اور ساتھیوں سے کہا: حملہ کر دو اور انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ (۱)

دوسرا یہودی سردار ابورافع سَلَّامُ بْنُ اَبِی الْحُقَیْق تھا۔ ابورافع خیبر کے نزدیک ایک قلعے میں رہائش پذیر تھا۔ یہ رئیس التجار و تاجر الحجاز کے لقب سے مشہور تھا۔ امام بخاریؒ (م ۲۵۶ھ) نے ابورافع کے قتل کا تفصیلی واقعہ حضرت براء بن عازبؓ (م ۷۲ھ) کی سند سے نقل کیا ہے۔ حضرت براء بن عازبؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ابورافع یہودی (کے قتل) کے لیے چند انصاری صحابہ کو بھیجا اور عبداللہؓ بن عتیک کو ان کا امیر بنایا۔ ابورافع یہودی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا کے درپے رہا کرتا تھا اور آپ کے خلاف آپ ﷺ کے دشمن کی مدد کیا کرتا تھا سرزمین حجاز میں اس کا ایک قلعہ تھا اور وہیں وہ رہا کرتا تھا، جب اس کے قلعے کے قریب یہ حضرات پہنچے تو سورج غروب ہو چکا تھا اور لوگ اپنے مویشی لے

کرواپس اپنے گھروں کو آچکے تھے۔ عبداللہؓ بن عتیک نے اپنے ساتھیوں سے کہا: آپ لوگ یہیں رہیں، میں اس کے قلعے پر جارہا ہوں ممکن ہے دربان پر کوئی تدبیر کارگر ہوجائے اور میں اندر جانے میں کامیاب ہوجاؤں، چنانچہ آپؓ قلعے کے پاس آئے اور دروازے سے قریب پہنچ کر آپؓ نے خود کو اپنے کپڑوں میں اس طرح چھپالیا جیسے کوئی قضائے حاجت کررہا ہو۔ قلعہ کے تمام افراد اندر داخل ہوچکے تھے، دربان نے انہیں بھی قلعے کا آدمی سمجھ کر آواز دی: خدا کے بندے! اگر اندر آنا ہے تو جلدی آجاؤ میں اب دروازہ بند کردوں گا۔ عبداللہؓ بن عتیک کا بیان ہے کہ میں بھی اندر چلا گیا اور چھپ کر اس کی نقل وحرکت کو دیکھنے لگا۔ جب سب لوگ اندر آگئے اس نے دروازہ بند کیا اور کنجیوں کا گچھا کھونٹی پر ٹانگ دیا۔ ان کا بیان ہے کہ اب میں ان کنجیوں کی طرف بڑھا اور انہیں اپنے قبضے میں کرلیا۔ پھر میں نے دروازہ کھول لیا۔ ابورافع کے پاس اس وقت کہانیاں اور داستانیں بیان کی جارہی تھیں۔ وہ اپنے خاص بالا خانے میں تھا، جب داستان گو اس کے یہاں سے اٹھ کر چلے گئے تو میں اس کے کمرے کی طرف چلنے لگا، اس عرصے میں میں جتنے دروازے اس تک پہنچنے کے لیے کھولتا تھا، انہیں اندر سے بند کردیا کرتا تھا، اس میں میرا مقصد یہ تھا کہ اگر قلعے والوں کو میرے متعلق معلوم بھی ہوجائے تو اس وقت تک یہ لوگ میرے پاس نہ پہنچ سکیں جب تک میں اسے قتل نہ کرلوں۔ آخر میں اس کے قریب پہنچ گیا اس وقت وہ ایک تاریک کمرے میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ سورہا تھا، مجھے کچھ اندازہ نہیں ہوسکا کہ وہ کہاں ہے اس لیے میں نے آواز دی: یا ابا رافع! وہ بولا کون ہے؟ اب میں نے آواز کی طرف بڑھ کر تلوار کی ایک ضرب لگائی اس وقت میں بہت گھبرایا ہوا تھا اور یہی وجہ ہے کہ میں اس کا کام تمام نہیں کرسکا، وہ چیخا تو میں کمرے سے باہر نکل آیا اور تھوڑی دیر تک باہر ہی ٹھہرا رہا۔ پھر دوبارہ اندر گیا اور میں نے پوچھا ابورافع! یہ آواز کیسی تھی؟ وہ بولا: تیری ماں پر تباہی آئے ابھی ابھی مجھ پر کسی نے تلوار سے حملہ کیا تھا۔ ان کا بیان ہے کہ پھر آواز کی طرف بڑھ کر میں نے تلوار کی ایک ضرب لگائی۔ اگرچہ میں اسے زخمی تو بہت کرچکا تھا لیکن وہ ابھی مرا نہیں تھا، اس لیے میں نے تلوار کی نوک اس کے پیٹ پر رکھ کر دبائی جو اس کی پیٹھ تک پہنچ گئی، اب مجھے یقین ہوگیا تھا کہ میں اسے قتل کرچکا ہوں، چنانچہ میں نے ایک ایک کرکے دروازے کھولنا شروع کیے، آخر میں ایک زینے پر پہنچا۔ میں یہ سمجھا کہ زمین کی سطح تک میں پہنچ چکا ہوں، اس لیے میں نے اس پر پاؤں رکھ دیا حالانکہ میں ابھی اوپر ہی تھا اس لئے نیچے گر پڑا، اس طرح گر پڑنے سے میری پنڈلی ٹوٹ گئی میں نے اسے اپنے عمامے سے باندھ لیا۔ چاندنی رات تھی میں آکر دروازے پر بیٹھ گیا۔ میں نے یہ ارادہ کرلیا تھا کہ یہاں سے اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک یہ معلوم نہ ہوجائے کہ آیا میں اسے قتل کرچکا ہوں یا نہیں۔ جب سحر کے وقت مرغ

نے بانگ دی تو اسی وقت قلعے کی فصیل پر ایک پکارنے والے نے کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ اہلِ حجاز کے تاجر ابو رافع کی موت ہوگئی ہے۔ میں اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور ان سے کہا: اب جلدی کرو اللہ تعالیٰ نے ابو رافع کو قتل کرا دیا ہے، چنانچہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو اس کی اطلاع دی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنا پاؤں پھیلاؤ میں نے پاؤں پھیلایا تو آنحضور نے اس پر دست مبارک پھیرا۔ اور اس کی برکت سے پاؤں اتنا اچھا ہوگیا جیسے کبھی اس میں چوٹ آئی ہی نہیں تھی"۔ (۲)

مستشرقین نے یہودی سرداروں کے خلاف کاروائی کو بنیاد بنا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر ناروا اعتراضات کئے ہیں اور یہ استدلال کیا ہے کہ مخالفین کو خفیہ طریقے سے قتل کروانا آپ کا معمول تھا اور آپ ﷺ نے اپنے پیروکاروں کو خفیہ طریقے سے یہودیوں کے قتلِ عام کی اجازت دے رکھی تھی۔ چنانچہ مستشرق ولیم میور (William Muir) (م ۱۹۰۵ء) لکھتا ہے:

> Muhammad accorded a general permission to his followers to slay them (jews) wherever met. (3)
>
> محمد ﷺ نے اپنے پیروکاروں کو اس بات کی عام اجازت دے دی کہ وہ یہودیوں کو جہاں بھی پائیں، قتل کر ڈالیں۔

منکرین حدیث، جو عام طور پر مستشرقین ہی کے خوشہ چین ہیں، نے بھی ان روایات کو جن میں یہودی سرداروں کے قتل کے واقعات بیان ہوئے ہیں، من گھڑت قرار دیا ہے۔ ماہنامہ "طلوع اسلام" کے اعتراضات ملاحظہ فرمائیں:

> خلفاء بنی امیہ و بنی عباسیہ کا ایک دستور یہ بھی تھا کہ کبھی کبھی وہ اپنے دشمنوں کو مخفی تدبیروں سے قتل کرادیا کرتے تھے اور اس کو اپنی بساطِ سیاست کی ایک اچھی چال سمجھتے تھے۔ اس وجہ سے ان کے حامیوں اور حاشیہ نشینوں نے ایسی روایتیں بنائیں کہ اس قسم کے قتل کو رسالت مآب ﷺ کا فعل ثابت کر دیں تاکہ ان سلاطین کو اپنی کاروائیوں کے جواز کی سند مل جائے۔ (۴)
>
> پھر ان احادیث کو رد کرنے کی اہم وجہ یہ بیان کی ہے:
>
> ان مکذوب اور مکروہ روایات کی بنا پر رحمۃ للعالمین ﷺ پر خفیہ قتل کرانے کا الزام وہی شخص رکھے گا جو تنقیدی عقل سے عاری ہو اور راویوں کی دسیسہ کاری اور مقامِ نبوت سے قطعاً نا آشنا ہو۔ (۵)

سردارانِ یہود، کعب بن اشرف اور ابو رافع کے قتل پر مشتمل واقعات تاریخ و سیر کی مستند کتب کے

علاوہ معتبر کتبِ حدیث میں صحیح اسناد کے ساتھ مروی ہیں اس لئے ان واقعات کے وقوع کی صحت تو ہر طرح کے شک شبہ سے بالاتر ہے اس لئے ضروری ہے کہ ہم ان وجوہات کا تعین کریں جن کی بنا پر رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کے لئے قتل جیسی سنگین سزا تجویز فرمائی، حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے جو تعلیمات پیش فرمائی ہیں ان میں انسانی جان کی حرمت کو بڑی اہمیت دی گئی ہے، اس حوالے سے قرآن کی متعدد آیات کو بطور دلیل پیش کیا جا سکتا ہے۔ جبکہ دوسری طرف سیرت طیبہ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات کے حوالے سے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا۔ آپ کی صلح اور جنگ صرف اللہ کے لئے تھی۔ سیرتِ نبوی ﷺ سے ایسی درجنوں مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے بدترین دشمنوں کو بھی معاف فرمادیا اور اپنی ذاتی تسکین کے لئے ان سے کبھی انتقام نہیں لیا۔ حضرت عائشہؓ (م ۵۸ھ) فرماتی ہیں:

وما انتقم رسول اللّٰہ ﷺ لنفسہٖ الا ان تنتھک حرمۃ اللّٰہ فینتقم للّٰہ بھا (۲)

رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات کے لئے کسی سے انتقام نہیں لیا مگر جب کہ اللہ کی حرمت مجروح ہو تو پھر اللہ کے لئے انتقام لیتے۔

اس لئے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے کی جانے والی ان سخت ترین گوریلا کارروائیوں کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ کعب بن اشرف اور ابو رافع کے حکمِ قتل کے مکمل پس منظر اور سردارانِ یہود پر جو فردِ جرم عائد ہوتی ہے، اس کو سامنے رکھا جائے۔ ذیل کی سطور میں سب سے پہلے ہم اختصار کے ساتھ کعب بن اشرف کا خاندانی پس منظر اور مسلمانوں کے ساتھ اس کے بغض و عناد کا حال بیان کریں گے جو اس کے قتل کا بنیادی محرّک بنا۔

مشہور یہودی سردار اور شاعر کعب بن اشرف کا باپ اشرف قبیلہ ''طے'' سے تھا۔ قتل کا ارتکاب کر کے انتقام کے ڈر سے مدینے چلا آیا اور بنونضیر کا حلیف ہو کر اس قدر عزت اور رسوخ پیدا کیا کہ ابو رافع سلام بن ابی الحقیق یہودی سردار کی لڑکی عقیلہ سے شادی کی۔ اسی کے بطن سے کعب مذکور پیدا ہوا۔ اس دوطرفہ رشتہ داری کی وجہ سے کعب یہود اور عرب سے برابر کا تعلق رکھتا تھا۔ رفتہ رفتہ مال داری کی وجہ سے عرب کے تمام یہودیوں کا رئیس بن گیا۔ اس کو اسلام سے سخت بغض و عداوت تھی۔ بدر کی لڑائی میں جب مکی روسا اور سردارانِ قریش مارے گئے اور زید بن حارثہؓ (م ۸ھ) اور عبداللہ بن رواحہؓ (م ۸ھ) مژدۂ فتح لے کر مدینے آئے اور مقتولین بدر کے نام لے لے کر گنانے لگے تو یہ ان کی تکذیب کرتا اور کہتا کہ اگر صنادیدِ قریش مار ڈالے گئے ہیں تو اب زندہ رہنا بے کار ہے، زندگی سے بہتر موت ہے اور جب اس کو ان کے مارے جانے کا یقین آ گیا تو باوجود معاہد ہونے کے تعزیت کے لئے مکہ گیا اور کشتگانِ بدر کے پر درد مرثیے کہے جن میں انتقام کی ترغیب تھی اور کافروں کی تعریف اور عام مسلمانوں کی ہجو تھی، لوگوں کو جمع کر کے نہایت

درد سے مرثیے سناتا خود روتا اور لوگوں کو رلاتا۔ اپنی شاعری کے ذریعے مکہ اور قبائل عرب میں مسلمانوں کے خلاف انتقام کی آگ بھڑکا دی۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ مکہ میں ستر یا چالیس یہودیوں کو لے گیا تاکہ آنحضرت ﷺ کے خلاف قریش مکہ سے معاہدہ کرے، حالانکہ یہود کا مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ تھا۔ مسلمانوں سے دفاعی معاہدے کی وجہ سے کعب بن اشرف کا اہل مکہ کے پاس جانے کا کوئی جواز نہ تھا، لیکن وہ ابوسفیان کو حرم میں لے کر گیا اور کعبہ کا پردہ پکڑ کر معاہدہ کیا کہ ہم ضرور بدر کا انتقام لیں گے۔

مدینے واپس آیا تو آنحضرت ﷺ کی ہجو میں برملا اشعار کہنا اور لوگوں کو آپ اور مسلمانوں کے خلاف برانگیختہ کرنا شروع کیا، اس نے اپنے اشعار میں مسلمان خواتین کی عزت و ناموس پر ناپاک حملے کئے۔ اس پر بھی کعب نے اکتفا نہ کیا بلکہ قصد کیا کہ چپکے اور دھوکے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرادے۔ فتح الباری میں ہے کہ کعب بن اشرف نے کچھ اور لوگوں کے ساتھ مل کر آنحضرت ﷺ کو کھانے کی دعوت میں بلایا اور چند یہودیوں کو متعین کر دیا کہ جب آپ تشریف لائیں تو دھوکے سے آپ ﷺ کو قتل کر دیں۔ آپ دعوت میں تشریف لے گئے۔ جبرائیلؑ نے آنحضرت کو اس کی نیتِ بد سے مطلع کر دیا اور آپ کو اپنے پروں سے چھپالیا۔ آپ ﷺ مدینہ واپس تشریف لے آئے لیکن کسی کو آپ کے آنے کی خبر نہ ہوئی۔ فتنہ انگیزی کا زیادہ اندیشہ ہوا تو آپ ﷺ نے بعض صحابہؓ سے شکایت کی اور فرمایا کون شخص کعب بن اشرف کو قتل کرے گا؟ اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو بے حد ایذائیں پہنچائیں۔ محمدؓ بن مسلمہ انصاری (م ۴۳ھ) نے عرض کیا: میں تعمیل حکم کو حاضر ہوں، میں اس کا سر قلم کر دوں گا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے ساتھیوں، ابونائلہ سلکانؓ بن سلامہ بن وقش (جو کعب بن اشرف کے رضاعی بھائی تھے)، عبادؓ بن بشر بن وقش (م ۱۱ھ)، حارثؓ بن اوس بن معاذ (م ۳ھ)، اور ابوعبسؓ بن جبر (م ۳۴ھ) کی مدد سے اسے قتل کر دیا۔ (۷) کعب بن اشرف کی اسلام مخالف سرگرمیوں کا جائزہ لینے کے بعد اس پر جو فردِ جرم عائد ہوتی ہے اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ کعب نے نقضِ عہد کیا۔
۲۔ قریش مکہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف برانگیختہ کیا۔
۳۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور مسلمانوں کی اعلانیہ ہجو کی۔
۴۔ مسلم مستورات کی عزت و آبرو پر ناپاک حملے کئے۔
۵۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرادینے کی سازش کی۔

مستشرقین نے بھی کعب بن اشرف کے باغیانہ کردار کا اعتراف کیا ہے۔ چنانچہ جناب

ٹارانڈرائے (Tor Andrae) لکھتے ہیں:

This was the poet Ka,b ibn Al-Ashraf, who, after the battle of Badr, had the audacity to go to Mecca, where he sought to incite the Quraish to revenge by this sarcastic poems. (8)

یہ شاعر کعب بن اشرف ہی تھا جو جنگ بدر کے بعد جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے مکہ گیا، جہاں اس نے ہجو پرمبنی اپنے قصیدوں کے ذریعے سے قریش کو انتقام لینے پر برانگیختہ کیا۔

منٹگمری واٹ (Montgomery Watt) لکھتا ہے:

When he heard the news of Badr, he set out for Mecca, and by his verses helped to rouse the Meccans to greif and anger and the desire for revenge. (9)

جب اس نے میدان بدر میں مسلمانوں کی کامیابی کی خبر سنی تو وہ مکے روانہ ہوا۔ اور اس نے اپنی شاعری کے ذریعے اہل مکہ کو برانگیختہ کیا اور انتقام پر ابھارا۔

اسلامی ریاست اور مسلمانوں کا حلیف ہونے کی حیثیت سے کعب بن اشرف کا اہل مکہ کے پاس جانے کا کوئی جواز نہ تھا۔ اس کا طرزِ عمل اور معاندانہ کردار غداری اور اعلانیہ بغاوت کے زمرے میں آتا ہے۔ یہود اور مسلمانوں کے درمیان معاہدے کا اعتراف خود مستشرقین نے بھی کیا ہے۔ چنانچہ مستشرق منٹگمری واٹ (Montgomery Watt) لکھتا ہے:

As allies of the Arab clans the jews were in a sense included in the new community at Medina. There may even have been a direct treaty between some of them and Muhammad. (10)

عرب قبائل کا حلیف ہونے کی وجہ سے یہودی ایک لحاظ سے مدنی معاشرے کا حصہ تھے۔ ممکن ہے ان میں سے بعض کے محمد ﷺ کے ساتھ براہِ راست معاہدے بھی ہوں۔

ولیم مور (William Muir) اسلام دشمنی میں مستشرقین کا امام ہے وہ واضح الفاظ میں تسلیم کرتا ہے کہ ہجرت کے تھوڑے ہی عرصے بعد مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان ایک دفاعی معاہدہ طے پا گیا تھا، وہ لکھتا ہے:

No concession was too great that might secure the countenance and allegiance of the jews. Accodringly, not long after his arrival, Mahomet entered into a treaty with

them, which, both offensive and defensive guaranteed their safety and independence. (11)

یہودیوں کی حمایت اور وفاداری حاصل کرنے کی خاطر انہیں کوئی سہولت دینا بھی کوئی خسارے کا سودا نہ تھا، اس لئے محمد ﷺ نے مدینے پہنچنے کے بعد جلد ہی ان سے دفاع اور جنگ کا ایک معاہدہ کیا، جس کے مطابق ان کی آزادی اور سلامتی کی ضمانت دی گئی۔

جسٹس سید امیر علی (م ۱۹۲۸ء) کعب بن اشرف کی فتنہ انگیزیوں کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

The defeat of the idolaters at Badr was felt as keenly by the jews as by the Meccans.Immediately after this battle a distinguished member of their race, called Ka,b the son of Ashraf, belonging to the tribe of Nazir, publicly deploring the ill-success of the idolaters, proceeded towards Mecca.Finding the people there plunged in grief, he spared no exertion to revive their courage .By this satires against the prophet and his disciples, by his elegies on the Meccans who had fallen at Badr, he succeeded in exciting the koreish to that frenzy of vengeance which found vent on the plains of Ohad. (12)

جنگِ بدر میں بت پرستوں کی شکست یہودیوں کو بھی اتنی ہی ناگوار گزری تھی جتنی اہل مکہ کو، جنگ کے فوراً بعد یہودی قوم کے ایک معزز فرد کعب بن اشرف نے، جو قبیلہ نضیر سے تھا، بر سرِ عام کفار کی شکست پر اظہار افسوس کیا اور عازمِ مکہ ہوا وہاں اس نے یہ دیکھ کر کہ لوگ غم میں ڈوبے ہوئے ہیں ان کے حوصلے بڑھانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کی ہجو سنا کر اور بدر میں جو اہل مکہ قتل ہوئے تھے ان کے مرثیے گا گا کر قریش میں وہ جوشِ انتقام پیدا کیا جو بعد میں میدانِ احد میں ظاہر ہوا۔

کعب بن اشرف کے جرائم کا تقاضا یہ تھا کہ آپ ﷺ اس کے اور اس کی قوم کے خلاف اعلانِ جنگ فرماتے اور باغیانہ سرگرمیوں میں ملوث تمام افراد کو قرار واقعی سزا دیتے، لیکن آپ ﷺ نے اعلانِ جنگ کر کے میدانِ جنگ میں علی الاعلان اس سے اور اس کی قوم سے لڑائی کرنے کی بجائے حیلے سے اس کو

قتل کرادیا اور اس کی پوری قوم سے تعرض نہیں فرمایا کیونکہ وہ لوگ اس کے تابع تھے اور اصل سرغنہ یہی تھا۔ اس طرح اس فتنہ گر اور مفسد کا فتنہ وفساد ہمیشہ کے لئے ختم ہوگیا۔

ابو رافع کا معاملہ بھی کعب بن اشرف سے مختلف نہ تھا اگر چہ صحیح بخاری کی روایت، جس کا حوالہ گزشتہ سطور میں گزر چکا ہے، میں اس کے جرائم کا بیان بھی موجود ہے، تاہم تاریخ وسیرت کی کتابوں کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے عزائم انتہائی خطرناک تھے، وہ اسلامی ریاست کے خلاف مسلسل سازشوں میں مشغول تھا اور اس کی سرگرمیوں کی وجہ سے اسلامی ریاست کا وجود خطرے میں پڑ گیا تھا۔ فتح الباری میں ہے:

انہ کان ممن اعان غطفان وغیرھم من مشرکی العرب بالمال الکثیر علی رسول اللہ ﷺ (۱۳)

یہ ان لوگوں میں سے تھا جنھوں نے آنحضرت ﷺ کے خلاف غطفان اور دوسرے مشرکین عرب کی مالِ کثیر سے مدد کی تھی۔

ابو رافع نے غزوہ احزاب میں قبائل عرب کے جنگی اخراجات اور لشکر کی تیاری میں بھرپور تعاون کیا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوہ احزاب کا ایک بڑا سبب یہی شخص تھا۔ جب اس کی شرانگیزیاں حد سے بڑھنے لگیں تو اس کی ان فتنہ انگیزیوں کی وجہ سے قبیلہ خزرج کے چند انصار صحابہ کی خواہش پر آپ ﷺ نے عبداللہؓ بن عتیک انصاری (م ۱۲ھ) کی زیر قیادت انصاری صحابہ کرامؓ کا ایک دستہ، جس میں ابو قتادہؓ حارث بن ربعی (م ۴۰ھ)، مسعودؓ بن سِنان (م ۱۱ھ)، عبداللہؓ بن اُنیس (م ۵۴ھ)، اور خُزاعیؓ بن اسود شامل تھے، روانہ فرمایا۔ اور ان کو یہ حکم دیا کہ کسی عورت اور بچے کو ہرگز نہ قتل کرنا۔ یہ لوگ شام کے وقت خیبر گئے۔ عبداللہؓ بن عتیک یہودیوں کی زبان سے واقف تھے۔ عبداللہؓ بن عتیک نے بہانے سے دروازہ کھلوا کر اس کو قتل کردیا۔ (۱۴)

سید امیر علی (م ۱۹۲۸ء) ابو رافع کے باغیانہ کردار پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

Another jew of the Nazir,Abu Rafe Sallam, son of Abu,l Hukaik, was equally wild and bitter against the muslamans.He inhabited,with the fraction of histribe,the territories of Khaiber, four or five days'journey to the north-west of Madina. Detesting Mohammad and the muslamans,he made use of every endeaivour to excite the neighbouring Arab Tribes,such as the Sulaim and the

Gatafan against them. (15)

بنو نضیر کا ایک اور یہودی ابو رافع سلام بن ابی الحقیق بھی مسلمانوں کا انتاہی جانی دشمن تھا۔ وہ اپنے قبیلے کی ایک شاخ کے ساتھ خیبر کے علاقے میں رہتا تھا جو مدینے کے شمال مغرب کی طرف چار پانچ دن کی مسافت پر واقع تھا۔ اسے آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں سے اتنی نفرت تھی کہ اس نے ہمسایہ عرب قبائل مثلاً سلیم اور غطفان کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے میں ہر طرح کے جتن کئے۔

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ (م ۱۹۹۸ء) ابو رافع کی فتنہ انگیزیوں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

سلام بن ابی الحقیق ان لوگوں میں سے تھا جن کی کوششوں اور ترغیب سے مکہ کے قریش اور عرب کے دیگر قبائل نے ایک لشکرِ جرار کے ساتھ مدینہ طیبہ پر چڑھائی کی تھی اور مسلسل کئی روز تک مدینہ کا محاصرہ کئے رکھا تھا۔ یہ لشکر مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کے لئے مدینہ طیبہ پر حملہ آور ہوا تھا۔ سلام بن ابی الحقیق نے جنگِ خندق میں لشکرِ کفار کی عبرت ناک شکست کے بعد بھی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اپنی معاندانہ کاروائیاں جاری رکھیں اور قبائل عرب کو مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے بھڑکاتا رہا۔ اس کی یہ کاروائیاں ریاستِ مدینہ کے خلاف کھلا اعلانِ جنگ تھیں اور جو دشمن مسلمانوں کے خلاف جنگ کرتا ہے، مسلمانوں کو حکم ہے کہ وہ بھی اس کے خلاف جنگ کریں۔ حضور ﷺ نے اس کی پوری قوم پر عام حملہ کرنے کی بجائے چند صحابہ کرامؓ کو بھیج کر اس بد بخت کو قتل کروادیا، تا کہ زیادہ خون خرابہ نہ ہو۔ سلام بن ابی الحقیق نے خود جو راستہ اپنایا تھا اس کا انجام وہی ہو سکتا تھا جو ہوا۔ مجرم کو جرم کی سزا ملے تو اس انجام کا ذمہ دار وہ خود ہوتا ہے نہ کہ اس کے خلاف قانونی کاروائی کرنے والے۔ (۱۶)

سیرت، تاریخ اور حدیث کی کتابوں سے جو حقائق سامنے آتے ہیں ان سے واضح ہوتا ہے کہ ابو رافع:

۱۔ آنحضرت ﷺ اور مسلمانوں کو اذیتیں پہنچاتا تھا۔

۲۔ مسلمانوں کے خلاف مشرکین مکہ اور دیگر قبائل عرب کو برانگیختہ کرتا تھا۔

۳۔ اس نے بنو غطفان اور بنو سلیم کی مسلمانوں کے خلاف مالی امداد کی تا کہ سامانِ رسد کی قلت نہ ہو۔

۴۔ غزوۂ احزاب یعنی خندق کی لڑائی کا بڑا سبب یہی شخص تھا۔

یہ وجوہات تھیں جن کی وجہ سے نبی ﷺ نے اعلانِ جنگ کر کے میدانِ جنگ میں اس سے اور اس

کی قوم سے لڑائی کرنے کی بجائے چند جان نثاروں کو بھیج کر اسے قتل کروادیا اور فتنے کی جڑ کٹ جانے کے بعد آپ ﷺ نے باقی یہودی قوم سے تعرض نہیں فرمایا۔

سردارانِ یہود کے خلاف خفیہ کاروایوں کی حکمت

مستشرقین کا سرداران یہود کے قتل پر سب سے بڑا اعتراض یہی ہے کہ محمد ﷺ کا عام اصول یہ تھا کہ وہ اپنے مخالفین کو دھوکے سے قتل کروادیا کرتے تھے، اگرچہ گزشتہ سطور میں ہم اس اعتراض پر تفصیلی گفتگو کر چکے ہیں، تاہم یہاں ہم مشہور مستشرق جناب لین پول (Lane Poole) کا ایک اقتباس درج کریں گے، جس میں موصوف نے یہودی سرداروں کے خلاف اسلامی ریاست کی طرف سے کی گئی خفیہ کاروائی کے حق کو نہ صرف بالکل درست تسلیم کیا ہے بلکہ اسے معروضی حالات میں بہترین حکمتِ عملی بھی قرار دیا ہے، چنانچہ لین پول لکھتے ہیں:

> The reason is almost too obvious to need explanation. As there was no police ,or law-court, or even court martials, at Medina, some of thefollowers of Muhammad had therefore to be the executor of the death dentence, and it was better. This should be done quietly, as the execution of a man openly before his clan would have caused a brawl and more bloodshed and retaliation, till the whole city would have become mixed up in quarrel. If secret assasinations is the word for suchdeeds, secret assasinations was the necessary part of the internalgovernment of Medina. (17)

اس کی وجہ اس قدر واضح ہے کہ محتاج بیان نہیں۔ چونکہ مدینے میں نہ کوئی پولیس تھی، نہ عام قانونی عدالتیں اور نہ ہی فوجی عدالتیں، اس وجہ سے محمد ﷺ کے کچھ پیروکاروں کو ہی سزائے موت نافذ کرنا پڑتی تھی اور یہی بہتر تھا۔ یہ کام خاموشی سے انجام پانا چاہیے تھا، کیونکہ کسی شخص کو اس کے قبیلے کے سامنے سرعام سزائے موت دینا زیادہ نزاع، خون ریزی اور انتقام کا باعث بنتا، حتیٰ کہ پورا شہر اس میں ملوث ہو جاتا۔ اگر اس طرح کی کارروائیوں کو خفیہ قتل کا نام دیا جائے تو خفیہ قتل مدینے کے اندرونی نظام حکومت کا ایک لازمی حصہ تھا۔

جسٹس سید امیر علی (م ۱۹۲۸ء) عہدِ رسالت میں کی گئی اس نوعیت کی گوریلا کاروائیوں کی وجہِ جواز

بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

Christian controversialists have stigmatised these executions as "assassinations." And because a Moslem was sent secretly to kill each of the criminals, in their prejudice against the Prophet, they shut their eyes to the justice of the sentence, and the necessity of a swift and secret execution. There existed then no police court, no judicial tribunal, nor even a court-martial, to take cognisance of individual crimes. In the absence of a State executioner any individual might become the executioner of the law. These men had broken their formal pact; it was impossible to arrest them in public, or execute the sentence in the open before their clans, without causing unnecessary blood-shed, and giving rise to the feud of blood, and everlasting vendetta. The exigencies of the State required that whatever should be done should be done swiftly and noiselessly upon those whom public opinion had arraigned and condemned."(18)

عیسائی مناظرین نے اسے دغابازانہ قتل سے تعبیر کیا ہے اور چونکہ اس سزا کی انجام دہی کے لئے مسلمان خفیہ طور پر بھیجے گئے تھے اس لئے وہ آنحضرت ﷺ سے تعصب کی بنا پر اس سزا کے مبنی بر عدل ہونے اور اس کے عاجلانہ اور خفیہ طور پر انجام دیئے جانے کی ضرورت کو نظر انداز کر دیتے ہیں اس وقت انفرادی جرموں کی سزا دینے کیلئے کوئی پولیس کورٹ یا فوجداری عدالت بلکہ فوجی عدالت بھی نہ تھی۔ چونکہ کوئی سرکاری جلاد نہ تھا اس لئے حکومت کی طرف سے سزا دینے کا اختیار کسی فرد کو ہی دیا جا سکتا تھا۔ چونکہ ان لوگوں نے ایک باضابطہ معاہدے کی خلاف ورزی کی تھی، انہیں نہ برسرعام گرفتار کیا جا سکتا تھا، نہ ان کے قبیلوں کے سامنے سزائے قتل دی جا سکتی تھی، کیونکہ اگر ایسا کیا جاتا تو احتمال تھا کہ شدید خون ریزی ہوتی اور ثار یا انتقامِ خون کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا۔ مملکت کی مصلحتوں کا تقاضا تھا کہ ان لوگوں کے خلاف جنہیں رائے عامہ مستحق سزا قرار دے چکی تھی، جو کچھ بھی کرنا تھا وہ فی الفور اور خاموشی سے کیا جائے۔

لین پول (Lane Poole) اور سید امیر علی کے مذکورہ بالا تجزیئے سے واضح ہو جاتا ہے کہ اس قسم

کے معاہدہ شکنوں اور اعلانیہ غداروں کے خلاف معروضی حا ۔ میں اس چارہ جوئی کو سفا کی کا نام نہیں دیا جاسکتا۔ بہرحال مستشرقین کے ان اعتراضات کے تحقیقی جائزے سے یہ بات نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ یہ اعتراضات بھی دراصل اسی مخالفانہ مہم کی کڑی ہیں جو یہود ونصاریٰ کی طرف سے اسلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہمیشہ چلائی جاتی رہی ہے۔

مندرجہ بالا سطور میں ہم نے یہودی سرداروں کے خلاف گوریلا کاروائی کی جن اخلاقی اور سیاسی وجوہات کا ذکر کیا ہے، اگرچہ وہ معترضین کے جواب میں کافی ہیں، تاہم ہماری رائے میں یہودی سرداروں کے خلاف کارروائی کی ایک بڑی وجہ ''مذہبی'' بھی ہے اور شاید اسے ہی سب سے بڑی وجہ قرار دینا مناسب ہے۔ تاریخ نبوت کے مطالعے سے یہ بات بطور اصول کے واضح ہوتی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی نبی کو کسی قوم کی طرف مبعوث فرماتا ہے تو اس قوم پر اس کی اطاعت لازم ہوجاتی ہے اور اگر وہ قوم حق قبول کرنے کی بجائے کارِ نبوت کی انجام دہی میں مزاحم ہورہی ہو تو اتمامِ حجت کے بعد اس قوم پر اللہ کا عذاب نازل ہوتا ہے۔ جو لوگ اسلام کے اقتدارِ اعلیٰ کے لئے چیلنج بن رہے ہوں قرآن نے ان کے لئے یہ سزا تجویز کی ہے:

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ (۱۹)

ان لوگوں کی سزا جو اللہ اور رسول سے جنگ کرتے ہیں اور ملک میں فساد پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں، یہ ہے کہ گن گن کر قتل کر دیئے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ دیئے جائیں، یا ملک سے نکال دیئے جائیں، یہ دنیا میں ان کی رسوائی ہے اور آخرت میں تو ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔

یہ اصول جس طرح قوموں کے لئے ہے اسی طرح افراد کے لئے بھی ہے۔ اس اصول کو پیش نظر رکھنے کے بعد اگر قومِ یہود اور خاص طور پر سردارانِ یہود کے کردار کا مشاہدہ کیا جائے تو ان کے خلاف اس کاروائی کا مذہبی اور دینی جواز بالکل واضح ہوجاتا ہے، کیونکہ یہودی قوم پر حاملِ وحی ہونے کی وجہ سے نبی ﷺ کی صداقت زیادہ واضح تھی لیکن اس کے باوجود ان لوگوں نے نہ صرف اسلام قبول کرنے سے انکار کیا بلکہ ان کے سردار میثاقِ مدینہ کو عملی طور پر توڑنے کی وجہ سے اسلامی ریاست کے لئے چیلنج بن گئے تھے اس لئے ان لوگوں کے خلاف سخت کاروائی دینی نقطۂ نظر سے آیتِ محاربہ کی رو سے لازم ہوچکی تھی۔

حوالہ جات

۱۔ مسلم بن حجاج بن مسلم القشیریؒ، الامام ابوالحسین، (۲۰۴۔۲۶۱ھ) الصحیح، کتاب الجہاد والسیر، باب قتل کعب بن الاشرف طاغوت الیہود، ح:۴۶۶۴، ص:۸۰۳ (دارالسلام للنشر والتوزیع، الریاض، ۱۹۹۸ء) ابوداؤدؒ، سلیمان بن اشعث بن اسحاق الازدی البجستانی، (۲۰۲۔۲۷۵) السنن، کتاب الجہاد، باب فی العدو یؤتی علی غرۃ یتشبہ بھم، ح:۲۷۶۸، ص:۴۰۳ (دارالسلام للنشر والتوزیع، الریاض، ۱۹۹۹ء) بخاریؒ، محمد بن اسماعیل، (۱۹۲۔۲۵۶ھ) الصحیح، کتاب المغازی، باب قتل کعب بن الاشرف، ح:۴۰۳۷، ص:۷۲۹ (دارالسلام للنشر والتوزیع، الریاض، ۱۹۹۹ء)

۲۔ بخاری، کتاب المغازی، باب قتل أبی رافع عبداللہ بن أبی الحُقَیق، ح:۴۰۳۹، ۴۰۴۰، ص:۸۳۰۔۸۳۱

3. William Muir(1905 A.D) "Life of Mohamet", (John grant Edinburgh, 1923), p:249

۴۔ ماہنامہ "طلوع اسلام"، دہلی، ص:۱۲، ماہ فروری ۱۹۴۰ء، ج:۳، ش:۲

۵۔ ایضاً

۶۔ مالک بن انسؒ، الامام، (م۹۳۔۱۷۹ھ) "الموطا"، کتاب حسن الخلق، باب ماجاء فی حسن الخلق، ح:۶۹۰، ص:۵۵۵۔ داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۹۸ء)

۷۔ واقعات کی مکمل تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

ابن حجر العسقلانیؒ، احمد بن علی، (۷۷۳، ۸۵۲ھ) فتح الباری، کتاب المغازی، باب قتل کعب بن الاشرف، ۷/ ۳۳۷۔۳۴۰، موسسۃ مناہل العرفان، بیروت

العینیؒ، بدرالدین، علامہ، (م ۸۵۵ھ)۔ عمدۃ القاری، کتاب المغازی، باب قتل کعب بن الاشرف، ۹/ ۱۳۱۔۱۳۴، (دارالفکر، بیروت)

النوویؒ، محی الدین ابوزکریا یحی بن شرف، الامام، (۶۳۱، ۶۷۶ھ) "المنہاج"، (شرح صحیح مسلم)، کتاب الجہاد والسیر، باب قتل کعب بن الاشرف، ۱۲/ ۱۶۰۔۱۶۲ (مؤسسۃ مناھل العرفان، بیروت)

ابن سعدؒ، ابوعبداللہ محمد، (۳۸، ۴۵۶) "الطبقات الکبریٰ"، سریۃ کعب بن الاشرف، ج۱، ص ۲۶۵۔ دارصادر، بیروت

ابن ہشام، ابومحمد عبدالمالک، (م۲۱۸ھ) "السیرۃ النبویۃ"، مقتل کعب بن الاشرف، ۲/ ۵۰۲، (داراحیاء التراث العربی، بیروت، 1995ء)

السہیلی، ابوالقاسم عبدالرحمن بن عبداللہ، (م۵۸۱ھ) "الروض الانف"، ۳/ ۲۳۰۔۲۳۷، (دار الکتب

العلمیۃ، بیروت)

ابن کثیرؒ، ابوالفداء اسماعیل بن عمر (۷۰۱، ۷۷۴ھ) البدایۃ والنہایۃ، مقتل کعب بن الاشرف الیہودی، (سنۃ ۳ھ)، ۶/۴ (دارالکتب العلمیۃ، ۲۰۰۱ء)

ابن عبدالبر، ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد (م ۴۶۳ھ) "الدرر فی اختصار المغازی والسیر"، ص: ۱۵۲۔ ۱۵۵، (موسسۃ علوم القرآن، دمشق۔ بیروت، ۱۹۸۴ء)

8. Tor Andrew. "Mohammad The Man And his Faith", P:147 (Translated byTheophil Menzel) Herper & Brothers,New York,1960.

9. Watt,Montgomery. "Muhammad At Medina", p:18 ,(Oxford Press London,1956)

10. Montgomery Watt "Muhammad, Prophet and statusman", p:98 ,(Oxford univercity press,1961)

11. William Muir(1905 A.D) "Muhammad and Islam", p:70

12. Ameer Ali,Syed (1928 A.D) "The Spirit Of Islam", p:73 (Sajjid Book Depot,Urdu Bazar,Lahore,1986)

۱۳۔ فتح الباری، کتاب المغازی، باب قتل أبی رافع عبداللہ بن أبی الحُقیق، ۳۴۲/۷۔۳۴۵

۱۴۔ واقعے کی مکمل تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:

عمدۃ القاری، کتاب المغازی، باب قتل أبی رافع عبداللہ بن أبی الحُقیق، ۱۳۴/۹۔۱۳۵

طبقات ابن سعد، سریۃ عبداللہؓ بن عتیک، ۲۹۵/۱

البدایۃ والنہایۃ، قتل ابی رافع الیہودی، (سنۃ ۵ھ)، ۱۴۸/۴۔۱۵۲ "الدرر فی اختصار المغازی والسیر"، ص: ۲۰۹۔۲۱۱

15. "The Spirit of Islam", p:73

۱۶۔ "ضیاء النبی"، ۶۰۹/۷۔ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۱۴۱۸ھ

17. Stanly Lane- Poole "Studies in a mosque",p:67 ,(Khayats Beriut 1966.)

18. The Spirit of Islam ,p:74

۱۹۔ المائدہ، ۳۳/۵